

تعمیر حیات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

اڈھیٹر — سید محمد حسنی
معاونین — سید الامام عظمی ندوی

چند سالہ
سات روپے
۱۱ برسہ

TAMEER-E-HAYAT

(FORTNIGHTLY)

DARULULOOM NADWATULULAMA LUCKNOW (INDIA)

دارالعلوم ندوۃ العلماء کا تیسرا کردہ نصاب

فقہ الہدایۃ

از مولانا ابوالحسن علی ندوی

اس کتاب میں اسلامی تاریخ، نامہ اسلامی شخصیتوں، ہندوستان کی اسلامی تاریخ اور اسکی نامور شخصیتوں کے تعلق اسباق، اسلام اور ہندوستان کی تاریخ کا مفصلاً بحث ہو رہی ہے۔ لہذا اس کا مطالعہ ہندوستانی مسلمانوں کے لیے انتہائی مفید ہے۔ اس کی کوشش کی گئی ہے کہ اس کتاب میں اسلامی تاریخ کے اہم واقعات اور شخصیات کو اس لیے پیش کیا گیا ہے کہ اس سے ہندوستانی مسلمانوں کو خود اعتمادی اور عقیدت کی طرف راہ ہدایت ملے۔ اس کی قیمت ۵۰ روپے ہے۔

تعمیر حیات

از مولانا ابوالحسن علی ندوی

اس کتاب میں ایک طرف زبان کی تعلیم کے لیے اصول اور ماہرین سے ماہر نفسیات کے تجربات کا مطالعہ کیا گیا ہے اور دوسری طرف انسانی زندگی کی تعلیم اور انسانی ترقی کے لیے جو اصول ہیں، وہ بھی بیان کیے گئے ہیں۔ اس سے ہندوستانی مسلمانوں کو خود اعتمادی اور عقیدت کی طرف راہ ہدایت ملے گی۔ اس کی قیمت ۵۰ روپے ہے۔

الأدب العربي

بین عرض و نقد

از

مولانا سید محمد رابع ندوی، ادیب اول
(دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

عربی ادب کی تاریخ اور تنقید کے موضوع پر ہندوستان میں یہ سب سے پہلی کوشش ہے۔ جو الادب العربی بین عرض و نقد کے نام سے عربی زبان میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے پیش کی ہے۔

اس کتاب میں عربی ادب کی تاریخ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور یہ تین بڑے حصوں پر مشتمل ہے۔ ادب کی حقیقت کا تنقید و تجزیہ اور ادبی نمونے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے مقدمہ کے ساتھ جو صورت عربی نائپ پر یہ کتاب چھپ کر آگئی ہے۔ (قیمت صرف چار روپے)

مختارات

از مولانا ابوالحسن علی ندوی

یہ کتاب عربی کی متوسط اور اعلیٰ درجہ کے طلبہ کے لیے نصاب میں داخل کیے جانے والے ہیں۔ اس میں عربی ادب کے اہم نصاب اور اس کی تاریخ اور اس کی حقیقت کا مفصلاً بحث ہے۔ اس کی قیمت ۵۰ روپے ہے۔

مستقرات

از مولانا ابوالحسن علی ندوی

اس کتاب میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تاریخ اور اس کی حقیقت کا مفصلاً بحث ہے۔ اس سے ہندوستانی مسلمانوں کو خود اعتمادی اور عقیدت کی طرف راہ ہدایت ملے گی۔ اس کی قیمت ۵۰ روپے ہے۔

جلد نمبر ۳

شمارہ نمبر ۲۱

تعمیر حیات

سالانہ سات روپے
ششماہی چار روپے
فی پرچہ ۲۰ پیسے

شعبہ تعمیر وترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بتاریخ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۶۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سید قطب کی شہادت

پورے عالم اسلام کا عمومی سانچہ

مصائب اور سختی پر دل کا جانا جب ایک سانچہ ہو گیا ہے
سرانے میر کے آہستہ بولوا ابھی تک روتے روتے سو گیا ہے

ایک حکایت ہے کہ ایک صاحب ایک اتنی بڑی کیل بنوانا چاہ رہے تھے جو دنیا میں اب تک کسی نے نہ بنوائی ہو، جب لوگوں نے ان سے پوچھا کہ اتنی بڑی کیل کی آہستہ کیا ضرورت ہے، تو انھوں نے جواب دیا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس کو آسمان میں ٹونک دوں تاکہ اس کی گردش ہمیشہ کے لئے رک جائے جب آسمان کی گردش رک جائے گی تو زوال کا خطرہ بھی ہمیشہ کے لئے دور ہو جائے گا اور یہ چرچہ رقتار میرا کچھ بگاڑ سکتا ہے۔

یہ روایت کسی چڑھے نے زمانے کے سسلی بادشاہ یا شاہ اودھ کے کسی بگڑھے نواب یا افسر کے ذہنی شیخ چلی کے متعلق بیان کی گئی ہے لیکن یہ مصر کے موجودہ TYPICAL حکمرانوں پر جتنی منطبق ہے اتنی کسی نام نہاد شیخ چلی پر نہیں،

مصر کے سادہ لوح اور بدست حکمران بھی آج اسی طاقت کو دہرا رہے ہیں جو فرعون نے سامان سے اپنے اپنے زمانے میں سرزد ہوئی بس فرق صرف اتنا ہے کہ اس قدیم فرعون نے کہا تھا "انا ابن شمعون دستھی نسا نعدو وانا فوقہم قاہرین" ہم ان کے لوگوں کو قتل کر ڈالیں گے اور ان کی عورتوں کو باقی رکھیں گے اور بیٹیک ہم ان کے اوپر غالب ہیں، لیکن اپنے ان آباؤ اجداد پر فخر کر نیوالوں اور پوری بے حیائی کے ساتھ جاہلیت کا فخر بلند کر نیوالوں نے اپنے پیشواؤں کو بھی کہیں پیچھے چھوڑ دیا ہے، انھوں نے بے گناہ اور مصوم لڑکیوں کو بھی ممانت نہیں کیا جن کا سبب صرف یہ تھا کہ وہ ان مظلوموں میں سے کسی کی بہن یا بیٹی یا بیوی تھیں، اس مردانگی و شجاعت کی داد دینے اور قصیدہ خوانی و خوشامد کے ہار چھول بچھاؤ رکرنے کے لئے تو الاحتمام کے ایڈیٹر حسین بیکل روزالیہ سف کے ایڈیٹر احسان عبدالقدوس اور یوسف السباعی وغیرہ بہت کافی ہیں لیکن ہم غریبوں اور عمل کے ماروں

فہرستہ مضامین

صفحہ نمبر	مضمون نگار	موضوعات
۱	سید محمد احسنی	اداریہ
۲	مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی	سید قطب کی شہادت قرآن کا پیام
۳	مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی	تفسیر آملت لکم ذکیرکم عالم اسلام انسا کی سیر
۵	مولانا سید الرحمن اعظمی صاحب ندوی	سید قطبؒ مشہد حالات زندگی
۶	مولوی محمد یونس صاحب نگرانی ندوی	قرآن کا علم اخلاق
۷	نور عظیم ندوی	عالم اسلام جہاں نامرکے ہیں میرا
۸	جناب ثناءت کا پوری	عسزل
۹	دیشی انشاکری	اسپین میں مسلمانوں کی علمی و ادبی خدمات
۱۰	احتمام بن حسن صاحب	ادب و شعر
۱۱	محمد منصور لٹانی ندوی	صوفیاء شاعری کے رشتہ ستارے
۱۲	اظہر غوری	شہید ایمان
۱۳	ترجمہ شفیق خاں	ستاروں کی گدگاہوں
۱۵		
۱۶		

مجلس مشاورت

مولانا محمد امین ندوی، شیخ اشرفیہ دارالعلوم ندوۃ العلماء
مولانا محمد اسحاق ندوی، شاعریت و ادب و علم ندوۃ العلماء
مولانا ابوالخیر خان ندوی، قائم مقام شعبہ تعلیمات اسلامیہ ندوۃ العلماء
مولانا معین اللہ ندوی، ناظم شعبہ تعلیمات اسلامیہ ندوۃ العلماء
مولانا محمد راج ندوی، اویب اول دارالعلوم ندوۃ العلماء

نیشنل "تعمیر حیات" شعبہ تعمیر وترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء
مضامین وغیرہ کے لئے خط و کتابت اس پتے پر کی جائے
ایڈیٹنگ "تعمیر حیات" - شعبہ تعمیر وترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء

قابل توجہ
تعمیر حیات کی قیمت لاکھ سے بہت کم رکھی گئی ہے
آگے زیادہ سے زیادہ حضرات مستفید ہو سکیں،
اس میں سے

۱۰۰ روپے سے زیادہ کے لئے ۲۰۰-۰۰
۵۰ روپے سے زیادہ کے لئے ۱۰۰-۰۰
۲۵ روپے سے زیادہ کے لئے ۵۰-۰۰
۱۰ روپے سے زیادہ کے لئے ۲۵-۰۰

پاکستان میں چند جمع کرنے کا پتہ
مولانا حکیم نصیر الدین صاحب
نظامی ندوی، نیر روڈ کراچی
(مغربی پاکستان)

تاریخ دعوت و عزیمت

از: مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی
- سلطان المشائخ حضرت امیر المومنین ابوالمعالیہ
- حضرت خدیو شرف الدین عینی میٹری
- سوانح بیت المقدس و مکاتبات - تجدیدی و اسلامی کارنامے
- کلمہ و متنبین و مستشرقین کا تذکرہ و تصانیف
- اہل بیت ہندوستان میں تبلیغ اسلام اور ترویج دینک حضرت خواجہ
- سلطان الدین چشتی رحمتی ان کے ہاشمیوں کا تذکرہ
- قیمت: مجلد چھ روپے شش سو روپے
- منبہ: نیشنل پبلسنگ

جلس تحقیقات شریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

مسئلہ اسلامیہ کی مجلس مشورہ

اسلامیت
مغربیت

- مسلم مالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش کی مستند تاریخ
- مغربیت کے زمانے کے آغاز و ارتقائی کہانی
- تعمیرات مالک میں تجدیدی تحریکوں کا تاریخی مسانہ
- ان کے اسباب و محرکات اور ان کا علاج
- مغربی تہذیب کے اسے میں مسلم مالک صحیح رویہ کا تعین
- ان کے عصر حاضر میں ان کے کاروبار و پیغام کی تشریح

تالیف: مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی

تفصیلی حواشی و نوٹات نبدہ قیمت پانچ روپے

ناشر: مجلس تحقیقات شریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ ایک نامور اور لائق فخر اور صاحبِ قلم کو چنانچہ پر لگا کر اور اس کی بہن کو قید یا مشقت کی سزا دیکر اور اندیشی اور سیاسی جرات کی آغوشوں کی نظیر قائم کی گئی ہے، کیا یہ سمجھا گیا ہے کہ اس بہادرانہ کارروائی کے بعد مصر کے ظالم و جاہل حکمرانوں کیلئے موت کے دروازے بند ہو جائیں گے اور موت کا فرشتہ بھی ان کے پاس آتے ہوئے ڈرے گا کہ کہیں اس کو بھی چھانی پر نہ چڑھا دیا جائے اور اس نادر شاہی فیصلہ کی کوئی سماعت بھی نہ ہو سکے۔

سجاد بن یوسف اور نادر شاہ بیچائے مفت مجید نام ہیں، اگر لیان طہ کے جیل خانے اور وہ مخصوص صحرائی کیمپ انہوں نے دیکھے ہوتے جہاں دن کی روشنی میں اور بجلی کے تقہوں کے بیچے وہ سب کچھ ہوا اور ہوا ہے جس کے کہنے سے قلم کا جگر شق ہوتا اور شرم و حیا کی چیشانی عرق آد ہو جاتی ہے تو شاید وہ بھی شرم سے اپنا منہ چھپا لیتے اور اپنی شکست کا اعتراف کر لیتے۔ ان بیچاروں کو زنجیروں اور دستبندیاں کا دعویٰ تھا نہ وہ چوٹی کا فخر سنوں میں شریک ہوتے تھے، انہیں جگر میں دیش نام اور ایسی سلیم کا درد رکھتے تھے، ان کی شاہنشاہ ہیل سلامی سے دوستی تھی، زکریا اور مارشل ٹیٹوس سے یار واز، نہ وہ تمام دنیا میں قاری سمجھے تھے اور قرآن مجید کے ریکارڈ تقسیم کر کے اپنی مذہب و نازی اور رواداری کا ڈھنگ بچاتے تھے، نہ ان کے پاس کوئی پرگنہ مشینری تھی، جس پر واقف کار و پیر ازہر کا خزانہ اور سلامتی کی دعوت پانی کی طرح بہا جاتی اور جھولیاں بھریں گے لٹائی جاتی، نہ ان کو سینیں بھلیں، جیسے قریبی دوست اور احمد حسن باقری جیسے بے زبان خادم میر تھے جن کے پر و شاہ صرف ان مسنداء و بظلموں میں

کے جنازوں کی نمازیں ہیں یا قہریوں اور بپروں وغیرہ کی مذہبی تقریبات میں مددگار کی نمائندگی، نہ ان کے پاس ہلکے ہلکے ہندوستان کے وہ بے حیثیت و بے ضمیر اور قوم و ملک کو بدنام کرنے والے نام نہاد وطن پرست جو لالہ فی اللہ مدناصر کی مدد کرتے اور ان کی جاوید پاجا سدا رہی کو پانا خانہ کی اور سیکور فرس بجتے ہیں، جن کی پیشانی پر صدر ناصر کی ادنیٰ خدمت سے بیزاری کی شکن پڑنے لگتی ہے، لیکن بڑے سے بڑا علم و دی خیار اور عظیم علم تراستانی و انسانی المیدان کو اپنی

سیاسی عینک سے بہت حقیر اور ناقابل ذکر محسوس ہوتا ہے اور وہ کہنے لگتے ہیں کہ اسلامی تاریخ میں تو اس سے کہیں بڑے واقعات ہو چکے ہیں، چھوڑو اس قصہ کو، یہ تو حکومتوں میں ہوتا ہی آیا ہے، اور ہوتا ہی رہتا ہے، ان سے کون کہے کہ حکومتوں میں اور حکومتوں پر تنقید و احتساب بھی ہوتا آیا ہے اور ہوتا ہی رہتا ہے۔ بات کچھ نہیں، اصل قصہ یہ ہے کہ ہمارے سوچنے کا میار اور ناپنے کا پیمانہ بدل گیا ہے، ہماری وہ عینک تبدیل ہو گئی ہے جو انصاف و انصافی میں تمیز کر سکتی تھی، اور حتم و ناحق دونوں کے رنگ ڈھنگ سمجھتی تھی، جب ہمارا میار یہ تھا کہ فلاں کارروائی سے اسلام کو کتنا فائدہ ہو رہا ہے اور کتنا نقصان فلاں اقدام نئی نسل کے لئے اسلامی نقطہ نظر سے کس درجہ مفید ہے اور کس درجہ مفید؟ فلاں تبدیلی اور انقلاب عالم اسلام کس قسم کا اثر ڈال سکتا ہے اور اس سے دینی عناصر اور اسلامی تحریکوں کو کیا کیا نقصانات یا فوائد پہنچ سکتے ہیں، جب ہمارا میار یہ تھا کہ فلاں کام سے ہم عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک خوش ہوگی

اور فلاں کام سے اسلام کو سرسبز و شادابی اور خدا کے نام کو عزت و سربلندی حاصل ہوگی، جب اسلامی غیرت و حیثیت، مذہب کا رشتہ انوت جب رشتہ انسانیت اور انسان کی طبی شرافت زندہ تھی، اس وقت ہمارا میار اور پیمانہ بھی دوسرا تھا اب اغراض و مفادات اور بواہسی اور اقتدار پرستی کے عالمگیر سیلاب نے ان سارے سفینوں کو ڈبو دیا ہے جن میں یہ جہیں ملتی تھی۔

آج حق و انصاف کا بھی تصور اور بہت واسطہ دیا جا سکتا ہے اور اس کو سنا اور سنایا جا سکتا ہے، جمہوریت اور سوشلزم کا کلمہ بھی دن رات پڑھا جا سکتا ہے اور اس کے لئے زمین آسمان کے قلابے ملائے جا سکتے ہیں، آج سیاسی اختلافات کی بات بھی سمجھ میں آ جاتی ہے۔ پوزیشن اور اس کی دشمنانہ طرزئی اور ناوک ملگنی سب قابل برداشت اور قابل قبول ہے، سیاسی سوئے بازیاں، مناہدے اور مسابہہ شکنیاں، وعدے اور وعدہ خلافیاں سب سمجھ میں آ سکتی ہیں، سب کی دہائی دی جا سکتی ہے، لیکن اگر کسی جڑ کی دہائی اور اس پر غلبہ و غم اور مشرق و مغرب ہر جگہ ممنوع اور ان جمہوریت نوازوں اور مسابہہ و اشتراکیت کے علمبرداروں کے لئے ناقابل برداشت ہے تو وہ اللہ کے نام کی دہائی اور اس کے نام کا واسطہ ہے، اگر اللہ آبادی نے شائد اسی موقع کے لئے کہا تھا

کی سزا کسی چھوٹے موٹے تھانے میں پورٹ نہیں ہے بلکہ سیدھی چھانی ہے اور اس پر صدر صاحب کی مہر تصدیقی اور ان کا آخری فیصلہ ناقابل سماعت ہے، انا ریکھ الا علی، جو اس سرزمین کے مشہور قومی ہیرو، فرعون نے کہا تھا یہ اس کا براہ راست علمی ترجمہ نہیں تو اور کیا ہے؟ اس فرعون کے رشتہ داروں یا درباریوں میں سے ایک صاحب ایمان اور صاحب دل نے جہاں کے متعلق قرآن مجید کے الفاظ ہیں "دقال ساحل من ال فرعون یکتم ایمانہ آنفتلون ساحل ان یقول سبحانہ فرعون کی ان اولاد میں سے ایک شخص نے جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا یہ کہا کہ کیا تم لوگ ایک شخص کو محض اتنی بات پر قتل کر رہے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، جان پر کھیل کر فریضہ حق ادا تھا کیا آج اس سرزمین پر کوئی حق گو اور حق پرست ہے جو حکومت کے نشہ میں چور ان حکمرانوں سے پوچھے کہ کھلی اور غیر فوجی عدالت میں مقدمہ چلائے اور جرم ثابت کے بغیر اور زبردستی اقبال جرم کرانے میں نا کام ہو چکے ہو یہی "یہ قضاء مبرم" یعنی اللہ خدا کی خدائی میں دخل دینا اور اس کا مذاق اڑانا نہیں تو اور کیا ہے؟

ثناہ منطلوم مصر کے "بدیہ نشانیوں کی دماغی سطح اس نبرد کی دماغی سطح سے بہت قریب تر ہے جس کا مکالمہ اور مقابلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوا تھا اور اس نے ایک سوال کے جواب میں کہا تھا (انا انجی و اہمیت) میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں، چنانچہ اس نے دو قیدی بلائے، ایک کو مرد ڈال دیا دوسرے کو زندہ چھوڑ دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی دماغی کمزوری پر زور دیا کہ اگر اس کی عقل سے مایوس ہو کر اس سے زیادہ صاف اور سیدھا مطالبہ کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ

سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، تم اس کو ذرا منسوب سے نکال کر دکھا دو، اس کا وہ کوئی جواب نہ دے سکا اور اپنا سامنہ لے کر رہ گیا، اور پھر دیکھا گیا جو تمام ظالم حکمرانوں کا جواب جو نیکے لہو کیا کرتے ہیں۔

اگر ان لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ اسی طرح اپنی راہ کے کانٹے صاف کر دینے کے بعد وہ چین کی بانسری بجائیں گے تو یہ تاریخ کی سب سے بڑی بھول ہے فرعون نے بھی کوئی الیسی تدبیر باقی نہ چھوڑی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کے گھر میں پرورش دیا اور اس کے مقابلہ پر لاکھڑا کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بیٹا ہوئے اور فرعون کو اللہ تعالیٰ نے ایسی عبرت ناک سزا دی کہ آج تک نسبت اس کے نام کے ساتھ وابستہ ہے اور قیامت تک باقی رہے گی، دا عقبہہ لحدیۃ انی یوم القیامۃ ہن السخا المں خود۔

سید قطب اور ان کے ساتھیوں کی شہادت ایک ایسا الم انگریز سائمن ہے جس کی حکمت امت اسلامی کو عرصہ دراز تک محسوس ہوگی، یہ پورے عالم اسلام کا ناقابل تلافی علمی دینی و ادبی خسارہ ہے یہ مشرق وسطیٰ کے ایک ایسے صاحب فکر صاحب قلم اور صاحب دعوت رہنما کی شہادت ہے جس کا اس خطا رضی کا جدید اسلامی نسل پر سب سے زیادہ اثر ہے، جس نے ہر سنجیدہ عقیدہ خیاں پر اپنے گہرے اور دیر پا نقوش چھوڑے ہیں، جس نے عالم عرب کی اس کسب سے زیادہ پر آشوب زمانہ میں فکری و ذہنی قیادت کی، اور جہل میں رہ کر بھی اس کو مسلسل ذہنی و فکری غذا پہنچاتے تھے، یہ ایک ایسے طاقتور اور جیسے قلم کا سانچہ ہے جس نے کسی زمانہ میں انگریزوں کے خلاف لغز و عقار

کا ایک زبردست لٹا تیار کر دیا ہے جس نے انگریزوں کی غلامی کے خلاف شعلہ جوالہ بن کر آزادی و حریت کی شمع روشن رکھی اور آزادی لٹنے کے لہو اپنی سلاخوں کے پیچھے اپنی جگہ بنائی جس نے ایک نئے علم کلام کی بنیاد رکھی اور مصر کے جدید طوائفہ اشتراکی اور عسکری ادب کو برسرِ عام رسوا کیا، جس کی اسلامی تحریروں نے نہ جانے کتنے نوجوانوں کے سینوں میں اسلام پر اعتماد خدا کے وعدوں پر یقین اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کا لازوال جذبہ پیدا کر دیا تھا، جس نے جدید تعلیم یافتہ اور اپنے ماحول کے اعتبار سے کیمبر مغربی نوجوانوں میں یقین کا وہ طاقت، سرفروشی و جان نثاری کی وہ کیفیت، خدا اور رسول سے وہ سچی محبت، حق پر استقامت اور مفہم کی ایسی لگن پیدا کر دی تھی جس کو دیکھ کر اور جس کے واقعات سن کر اسلام اور مسلمانوں پر کھویا ہوا اعتماد و بحال ہوتا ہے اور مایوسی امید سے بدلنے لگتی ہے۔

ان کی مشہور کتاب "العدالة الاحتمیۃ" اور "التصویر الغنی فی القرآن" نے خاص طور پر مصر کے ذہین اور اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ پر بہت گہرا اثر ڈالا ہے اور آج پوری عرب دنیا میں کوئی سنجیدہ پڑھا لکھا شخص اس سے مستغنی یا ناواقف نہیں ہے۔

الدعوة الرسالۃ اور اس کے بعد کچھ دن تک "المسلمون" میں ان کے جو شمشیر برہنہ مضامین نکلتے تھے اور جس چابک دستی ہنرمندی اور ساتھ ہی درمندی کے ساتھ سیاست و مداخلت کی خرابیوں پر نشتر زنی کرتے تھے، اس کی یاد آج بھی لوں میں تازہ ہے۔

موضوع تھا، انہوں نے ۳۰ جلدوں میں "فی ضلال العتہ آن" کے نام سے جو تفسیر لکھی اور "التصویر الغنی" اور مشاہد القیامہ کے نام سے جو کتابیں لکھی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قرآن مجید کی زیادہ سے زیادہ تلاوت اور اس کے مضامین و معانی سے براہِ بہت لطف اندوز ہوئے اور اس میں اپنی زندگی کی تصویر تلاش کرنے اور پھر اس کو قرآن کی اصل تصویر کے مطابق بنانے کے قابل تھے،

سلام بھون مشہدوں کی پاک روحوں پر جنہوں نے اس زمانہ میں صرف اللہ کے لئے جان دی، جب لوگ دوسروں کی زمین پر قبضہ کرنے کے لئے اور اپنے جھوٹے وقار کو زندہ رکھنے کیلئے لاکھوں انسانوں کا خون پانی کی طرح بہا رہے تھے اور مصوم دے گناہ سروس سے کھیل کر اپنا دل بہلا رہے تھے اور انعام کی پیاں بھجار رہے تھے۔

انہوں نے اللہ کا نام بلند رکھنے کیلئے اس زمانہ میں جان دی جب خود ان کے ملک کے بہت سے لوگوں نے مسجدوں میں خانقاہوں میں اور جامعہ ازہر میں پناہ لے لی تھی اور زندگی کے دھارے سے الگ ہو کر زندگی گزار رہے تھے یا اپنے آپ کو دہائے کے حوالہ کر چکے تھے۔ انہوں نے اس جہد میں خدا اور رسول کے نام پر جان قربان کی جب عالم عربی کے قلب و جگر میں بھی اس نجات پسند یا اور تنگ نظری کی ہستیاں کھیا رہی تھیں اور اس قربانی کو بہت بڑی محبت بیوقوفی سمجھا جا رہا تھا، لیکن آج اللہ کے ان پاکباز و جاہل نواز بندوں اور اسکے دین کے پیچھے خادموں اور خدا میں نے اہم کم قربانی کو اپنے خون بھر زندہ و زندہ کر دیا جس کے دم سے تاریخ اسلام کی آبرو قائم ہے اور جو اس عالم آپ د لگی

میں خدا کے حضور انابت کا سبب ہے آخستگی و توفیق اور آخستگی نذرانہ ہے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تعزیتی جلسہ

۳۰ اگست بروز منگل سید قطب اور ان کے ساتھیوں کے چھانی کی خبر نذرانہ کے ساتھ اور طلبہ نے انتہائی حزن و غم کے ساتھ تھی، چنانچہ عصر کے بعد مسجد میں ایک تعزیتی جلسہ ہوا، جس میں نذرانہ کے ساتھ اور طلبہ شریک تھے اس میں مولانا محمد رفیع صاحب ندوی (استاد ادب) نے سید قطب کی اسلامی اور ادبی خدمات پر روشنی ڈالی، مولانا نے فرمایا کہ یوں تو اس دنیا سے انسان کو جانا ہے لیکن سید قطب کی وفات پورے عالم اسلامی کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے، آپ نے بتایا کہ ان کا خاتمہ ان کے اونچے کارنامے کا وجہ ہے اسلامیات پر انہوں نے اہم ترین کتابیں لکھی ہیں اور اس سلسلہ میں پورے عالم اسلامی ان کا ممنون ہے ان کی قابل ذکر تصنیفات میں "فی ضلال العتہ آن"، "التصویر الغنی فی القرآن"، "مشاہد القیامہ فی القرآن" اسی طرح "مکتبہ اسلام دارالرسالۃ"، "العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام"، "الاسلام والاسلامی العالی" ہیں بعد میں جلسہ دعا سے مغز پر ختم ہوا

۳۰ اگست کو بعد نماز مغرب و عشاء "الاسلام" کا طرف سے مولانا محمد رفیع صاحب ندوی نے مولانا سید محمد رفیع صاحب ندوی کی صدارت میں "بقیہ حیرت"

الْيَوْمَ كَمَلَتْ لَكُمْ دِينُكُمْ

از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

مسلمانوں! خدا انصاف کر دے گا اور اس کی تیرہ سو برس میں تم نے کون سا اضافہ کر لیا، کیا چار چاند لگا دے، کونسی برکات ظاہر ہوئیں، کون اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت حاصل ہوئی، کونسی مادی یا روحانی ترقی کی کس قسم کی فتح حاصل ہوئی پھر تمہیں اس پر کیوں قناعت نہیں ہوتی، اور اس آزمودگی کی آزمائش کب تک ہوتی رہے گی، اور کب عبرت ہوگی، آپ منکر میں غلامی بھی نہیں تھی پھر سلطنت کر کے عقلمندی سے مراد والے قَاتِلِيكُمْ عَلَيْكُمْ فَاَنْتُمْ مَرْغُوبُونَ (اور میں نے تم پر اپنا احسان پیدا کر دیا) حقیقی مسلمانوں پر اور یہاں انہیں کو خطا ہے، اللہ کے بہت احسانات ہیں ان میں سے سب بڑا احسان یہ ہے کہ ایمان و اسلام نصیب کیا یہ احسان اس کا ہے ہمارا نہیں چنانچہ ایک موت پر فرماتا ہے رَبِّ سُبْحَانَكَ عَنَّا وَعَنِ الْقَوْمِ اَلَّذِينَ كَفَرُوا اِنَّكَ سَمِيْعٌ عَلِيمٌ (اور وہ اس کی عزت اور سزا کا تابع ہے، ان کے گھوٹے کی ناک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان جہاد میں جو خاک جاتی تھی وہ بھی بڑے بڑے صلحاء سے بہتر تھی ان کی محبت ایمان ہے اور آخرت کا مایہ ان کا ذکر عبادت ہے، وہ وہیں کیا کیا کافی نے صحیح اسلام عبد اللہ بن عباس سے فرمایا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم کو ایمان کی بات کی اگر تم سمجھتے ہو۔ حقیقت یہی ہے خدا ہی کا دین ہے ورنہ کتنے بڑے بڑے سجدہ کرتے بڑے بڑے عالم کبھی کیسے شریعت و عقول لوگوں دنیا میں موجود ہیں اور ہزاروں میں موجود ہے

جن کو یہ دولت نصیب نہیں ہوئی اور اتنی آسان بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی، اگر ایسی پر غور کیا جائے کہ کتنے انبیاء کے آیا و اجداد والدین اور کتنے انبیاء کی اولاد ابراہیم کے پاپ آذر اور نوح کا بیٹا اس سے محروم ہے تو اس ذرہ نوری پر ہی کس قدر جو جائے اور شکر سے کس قسمی زمین سے نہ اٹھے، یا احسان خانی اعراب پر نہیں ہے بلکہ سارے عرب پر تمام صحابہ پر اور ہر مسلمان پر قیامت تک ہے۔ منت منہ کہ خدمت سلطان بھی کم منت شناسی زور و خدمت پشت پیر اسلام و ایمان ایک حسان نہیں بلکہ احسان کا مجموعہ ہے یعنی سچا اسلام عطا کیا جانور سے انسان بنایا، اپنی پہچان اور وحدانیت عطا فرمائی دنیا کی ہر گری بڑی چیز کی پوجا پرستش سے بچایا، زندگی کا مقصد بتایا، انجام کی فکر دی مرثہ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑا یا جہنم کے عذاب اور آخرت کی حسرت سے بچایا دنیا اور آخرت کی نعمتوں کا مستحق بنایا۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

حَلَّلَا لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاللَّهُ وَعَالِمٌ نَاعْنَا كَمَا اللَّهُ وَاعْتَا عَ تَالَتْ سَبِيْن قَلُوْبِكُمْ رَل مَادِيْعِيْ اَنْهَوْن لَمْ كَمَا بَالَهُ وَرَدُوْلَهُ الْمَنْ وَالْفَضْلُ بِشِيْكَ اللّٰهُ وَرَدُوْلَهُ كَالْحَقِّ ادر صدق ہے، درخصیت لکھا کہ اسلام دینا اور تمہارے لئے پسند کر چکا اسلام کو دین تمہاری زندگی کے لئے بھی اور تمہاری موت کے لئے بھی۔ یا معا الذین امنوا اتقوا اللہ حقا اتقوا نہ دلائم و کلام اللہ من اللہ و لا تمسوا الا واد انتم من مسلمون (آن عزن) اور یہ وہی وصیت ہے جو ابراہیم و یعقوب علیہما السلام نے اپنی اولاد کو کی یسبحی ان الله احفظی لکما السدین و لا مشورت الا و انتہ مسلمون (التبع) اور یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر کرتے دشمن تھے تمہارے دل ملا دینے تو تم اس کے فنا جحتم بنتمہ اخوانا و کنتم علی شفا حفرة تم لوگ کے گڑھے پر تھے تو تمہارا موت جات دئی، اکیا طرح سے اللہ بیان کرتا ہے آیتہ لعنکم لستم دت (آن عزن) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے پیروں میں منبر لیا، اَمَا اَنْتُمْ لَكُمْ

مالٹا کی سیر

مولانا عبدالرشید عباس ندوی کا ایک اہم مکتوب

برادر محترم مولانا مبین اللہ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ اس وقت آپ کو خط لکھنے کا داعیہ ہوا ہے کہ مالٹا کے متعلق اپنے تاثرات سنائیں میں نے یہاں آئے سے پہلے مالٹا کے متعلق انسانی طور پر یا آؤت برٹانیا کے علاوہ پرغیہ J.J. CREMONA کی ایک کتاب "HUMAN RIGHT IN MALTA" پڑھی تھی، مگر ان لوگوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ عیسائیوں کے نقطہ نظر سے اور انہی کی دکالت میں لکھا ہے، انڈن میں کوئی عربی کتاب یا کسی مسلمان مورخ کی لکھی ہوئی چیز نزل سکی رات کو فضائی مشورہ پر ۲ بجے اترنا، شہر میں سنا تھا، کبھی کی کار تیر سے راستہ طے کر رہی تھی، مگر فلک پر پہلی چوٹ پر ٹپکی کہ مکانات، گلیاں، گھر، سب کے سب اس انداز کے طے جو حرم مشرفین کے تقدس شہروں میں دیکھتے رہے ہیں، اس طرح باہر کو نکلی ہوئی ٹکڑی کی بند بانگو نیاں دستک دینے کیلئے پتیل کے گڑھے، جھاریں، بالکل وہی طرز تہیہ جو جاز میں ترکوں نے مقارن کر لیا تھا، ستر کے مکانات شہر تہیروں سے پائی ہوئی چھتیں اور بڑی بڑی ڈیڑھیاں دیکھ کر ایسا محسوس ہوا کہ ابھی مسلمان یہاں سے اٹھ کر گئے ہیں، انگریزوں میں یہ بات اچھی ہے کہ وہ کسی بات کے پوچھنے سے تپاتے ہیں، دکھافات یا ہیر پھیر سے کام نہیں لیتے چنانچہ میں نے ڈاکٹر سے پوچھا کہ یہاں کوئی مسجد ہے؟ کچھ مسلمان ہیں؟ ان کے کچھ آثار ہیں؟ انہوں نے بتایا ۱۹۶۲ء کی مردم شماری کے موت پر کسی نے اپنا مذہب اسلام نہیں لکھا یا تھا، مسجد بھی کوئی نہیں ہے ہاں یونہی ہی میں ایک فلسطینی استاد ہیں، جو انگریزوں کے کانٹے میں پڑھاتے ہیں ان کو "MUSLIM PERIOD" کے متعلق کافی واقفیت ہے ان سے ملا دوں گا، وہ آپ کو کچھ تفصیل سے بتا سکیں گے۔ انگریز مورخین خیال مطابق ۱۵۶۵ء یعنی چوتھی صدی ہجری میں عربوں نے اس جزیرہ کو آباد کیا تھا اور ۱۵۶۵ء تک ان کی حکومت رہی، افریقہ، اعراب اور یورپ میں مسلمان یہاں آباد تھے، ان کی زبان عربی تھی ۱۵۶۵ء میں پرتگالی حملے نے مسلمانوں سے یہ ملک چھین لیا، پھر ۱۵۸۱ء میں دوبارہ ترکوں اور افریقہ عرب (مجنزائٹ اور یونیس کے مسلمان) نے دوبارہ اس ملک کو واپس لیا، مگر اس کے چودہ سال بعد ۱۵۹۵ء میں پھر عیسائیوں اور مسلمانوں کی گھمان جنگ ہوئی عیسائیوں کی پشت تپا ہی کے لئے بلانیہ، ہالینڈ، فرانس اور اطلی کی حکومتوں اور عیسائی مشینری کے رضا کاروں نے متحدہ محاذ بنالیا اس موقع پر سلیمان اول کی حکومت ختم ہو گئی، اس جنگ میں مسلمانوں کے کمانڈر جیکانہ مصطفیٰ برعونی تھا اپنے چار کمانڈروں کے ساتھ شہید ہوئے مسلمانوں نے ۱۹ شب و روز سیٹ ایلیو کے قلعہ کا محاصرہ قائم رکھا مگر سردتہ ہونے کے وجہ سے بالآخر شہید ہو گئے۔ اس موقع پر عیسائیوں نے مسلمانوں کو تین روز کی مہلت دیا تھی کہ وہ خود عیسائیت قبول کر لیں یا تہ تیغ ہوں

گو اگر کسی آٹھ سو ارٹیکل مسلمانوں نے لڑ کر جان دی ہے مگر مسیحیت قبول نہیں کی۔ یہ ملک مسلمانوں کا آیا دیکھا ہوا ملک تھا، اس کی زبان عربی تھی، آج یہ سرزمین جو اذان کی آوازوں سے محروم ہے، کل یہاں اس کی گونج سے فقہان مسیحی مسلمان اول کے نام۔ پیر آباد ہونیا لا گاؤں اب یہاں کا ایک محلہ ہے جس کا نام بگا بگا کر سلویہ کر دیا گیا ہے، ترکوں کے دارالسلطنت کا نام مدینہ تھا جو اب تک اسی نام سے مشہور ہے اس سے متصل ایک محلہ زباط ہے جو ترکوں کے وقت میں فوجی چھاؤنی تھا، اس محلہ میں کا نام مدینہ ہے، ایک ترک کا نام طریق المسجد اب تک موجود ہے، مگر وہ مسجد نہیں رہی جسکی طرف یہ ترک جاتی تھی، احمد ابراہیم فلسطینی نے بتایا کہ دیر تحلیل دراصل دار تحلیل تھا جہاں قرآن و حدیث کی تعلیم ہوتی تھی۔ بہر حال صورت حال جو بھی ہے، وہ بڑی دردناک ہے، مجھے یہاں آ کر ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی اپنے گھر میں آیا ہو اور گھر پر ڈاکوؤں کا قبضہ ہو اس کو اپنے گھر کے چپے چپے سے اٹھ کر آواز سنائی دیتی ہو، اسلامی تاریخ کا شاید ایک ایسا سہ لک یا ستارہ لک فی القلوب ستارہ۔ یہ لوگ ہزاروں لاکھوں کی زبان بولتے ہیں، لیکن ان کے ذہن کی بھی ایک زبان ہے جو اپنی دوستانہ لپکا لپکا کر ساری ہے، ترک مسلمانوں کے یہ مکانات، ان کے نام پر قائم کئے ہوئے کچھ کیونکر چھائے جاسکتے ہیں، یہاں کی زبان جس کو سنا کر نہ اور اٹالین رنگ میں رنگنے کی ہزاروں کوششوں کے باوجود اب تک اپنی بڑا دکھ پر فوج کر رہا ہے، اس بارہ افغان میں عربی اوزان اب بھی لگتے ہیں، انفاؤ تو سیکڑوں عربی کے ہیں، انکی حرف جزیشا فی، الی، ب سوٹ عادت ثم ف، و اور اعداد سب کے سب

سید قطب شہید حالات زندگی

سید عبدالرحمن الاعظمی الندوی

مصر کی جدید تاریخ سے واقفیت رکھنے والا شخص سید قطب کے نام سے دور واقف ہو گا سید قطب ان چند بانی شخصیتوں میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے ۱۹۵۰ء میں مصر میں نئی اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی اور اسلامی نظام کی ایسی یکساں تشریح کی جو اہل زمانہ براہ راست اپیل کر سکا اور جس کی وجہ سے تھے ہی دل اسلام کی ابدیت اور اس کا برتری کے قابل ہو کر رہے، بالخصوص یہ تعلیم یافتہ طبقہ نے ان کی فکر کی نشانی جو فائدہ دیا، ماحول کیا وہ ان کی ایسی سوویت ہے جو ان کے سامنے بیانیہ ہو گوں کو حاصل ہوئی، سید قطب نے اللہ تعالیٰ نے ایران و عمل کا دولت پیش ہمارے فواز تھا، اور ان کے علم والی روحانی اور عقل بیان عطا فرمائی تھی کہ اس سے اسلام کی برتری، اس کی عظمت اور اس کے ابدی پیغام کو دنیا کے سامنے پیش کر کے خائفوں سے بھی خراج تحسین حاصل کر لیا۔

سید قطب نے ۱۹۲۹ء میں مصر کے ایک فقیر سیوطی سے ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے، ان کے والد... کا نام قطب ابراہیم تھا، ان کے بعد اس فقیر عبید اللہ ہندوستان سے ہجرت کر کے مصر گئے تھے، اسی طرح وہ اپنی چھٹی پشت میں ہندوستان ہمارے ایک مایوس سے آئے ہیں، سید قطب نے اپنے خاندان کو راجہ دیناری کا ایک بڑا حصہ پایا اور چھ ماہ ان کے والد نے انہیں قرآن مجید حفظ کر لیا، پھر انہوں نے

ابتدائی تعلیم اپنے ہی گھر کے ایک کتب خانہ میں حاصل کی اور ۱۹۴۵ء میں وہ قاہرہ آئے جہاں انہوں نے دارالعلوم میں داخلہ لیا، اور سند پورس حاصل کی۔ دارالعلوم سے فارغ ہوتے اور سند پورس حاصل کرنے پر وزارت تعلیم میں ایک اچھے عہدہ پر فائز ہو گئے، اور ۱۹۵۰ء میں وزارت تعلیم کے ان کو امریکہ بھیجا، جہاں انہوں نے دنیا کے مختلف نظاموں سے تعلیم کا مطالعہ کیا، اور مغربی تمدن کو بہت قریب دیکھا، وہ امریکہ میں ۳ سال مقیم رہے، اسثناء میں انہوں نے دنیا کے تمام ترقی یافتہ نظاموں کا تجزیہ کیا، اور ان تمام نظریات و افکار کو قریب سے دیکھا جن پر مغربی دنیا کو بڑا ناز ہے، امریکہ میں تین سال زندگی گزارنے اور خالص مغربی تہذیب کو قریب سے دیکھنے کے بعد ان کا ایمان اسلامی نظام کی ابدیت اور اسلامی تہذیب کی افاقیت اور اس کی سہولیت پر اور زیادہ پختہ ہو گیا۔ امریکہ سے واپس آئے بن سید قطب کا آفاق فکر بہت وسیع ہو چکا تھا، وہ مغربی دنیا کے اخلاقی زوال اور ذہنی انحطاط کو بلا واسطہ دیکھ چکے تھے، وہ مغربی تہذیب کے کھوکھلے پن کو اچھی طرح پرکھ چکے تھے اور مغرب کے بلند بانگ دعووں کی ان کی نظر میں ذرہ برابر بھی کوئی قیمت نہیں رہ گئی تھی، ان کے نزدیک مغربی حاکم اپنی تمام مادی اور علمی ترقیوں کے باوجود فکری خدا کے شہید محتاج تھے سید قطب کی نظر میں یہ غذا اسلام

اور صرف اسلام ہی پیش کر سکتا تھا، اور اخلاقی رہنما کا خلاء اس کی تعلیمات سے پر ہو سکتا تھا، انہوں نے اپنی خدا دہ علمی و ادبی صلاحیتوں اور اللہ کی مادی پر پوری وسعت کرتے ہوئے اسلامی نظام کی تشریح اور اس کی خوبیوں کو اجاگر کرنے اور اسلام کو انسانی دنیا کی ناقابل انکار ضرورت تسلیم کرنے میں اپنی پوری قوت سے بڑھ کر ہر جگہ حصہ لیا، اب وہ وزارت تعلیم سے الگ ہو چکے تھے اور سارا زور اسی اہم فریضہ کی ادائیگی میں صرف کرنا شروع کر دیا تھا۔

سید قطب کی اعلیٰ تصنیفی زندگی کا آغاز دراصل اسی وقت سے ہوا، اسی زمانے میں انہوں نے قرآن کے ادبی اور بلاغی موضوعات پر کتابیں لکھیں۔ "التصوير الفنى في القرآن" اور "مشاهدة القيامة في القرآن" ان کے فکری اور ادبی رجحان کی آئینہ دار ہیں اور ان کے صحیح دینی ذوق اور قرآن سے گہرے تعلق کی نشاندہی کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو قرآن ہی اور عربی زبان کا ایسا ذوق عطا فرمایا تھا کہ ان کی تحریریں خالص دینی اور ادبی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں، اسی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے قرآن کریم کی ایک بہت مبسوط تفسیر "في ظلال القرآن" کے نام سے ۳۰ جلدوں میں لکھی جو پچھ کر منظر عام پر آئی، اور علمی و ادبی طبقوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا، فن تنقید پر ان کی تحریریں ادبی حلقوں میں خاصا وزن رکھتی تھیں، اس موضوع پر ان کی کتاب "التقد الادي" اور کتب و شخصیات تنقیدی ادب کا بہترین نمونہ ہے، اسلامی نظام کی تشریح کے موضوع پر ان کی کتاب "العدالة الاجتماعية في الاسلام" اور الاسلام والسلام السامی اپنی مثال آپ ہیں، خاص طور پر "العدالة الاجتماعية" جدید اسلامی لٹریچر میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے اور دنیا کی متعدد اہم زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے، ان دونوں کتابوں کا عالم اسلام میں کافی استقبال ہوا، اور اس سے اس کی فکری رہنمائی ہوئی، اسی طرح "مشیحات حول الاسلام" کے ذریعہ انہوں نے اسلام پر کئی نئے نئے مسائل والے اعتراضات و شکوک کا نہایت موثر پہلا بیان میں جواب دیا، یہ کتاب مسلم نوجوانوں میں بے حد مقبول ہوئی اسلام اور سرمایہ داری کے موضوعات پر ان کی محرکہ "الارادة الحقيقية" معرکہ الاسلام والاراسمالية ہے۔

اسی طرح مصر کے مشہور صنعتی، ذوالوسالۃ اور المدعوۃ، اور اس کے بعد المسلمون میاں سید قطب نے جو مقالات لکھی ہیں وہ ان کی ادبی اور علمی صلاحیتوں کا نمونہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے دینی فہم اور اسلامی دعوت کے گہرے تعلق کی دلیل بھی ہیں ان کے یہ مقالات نوجوانوں اور دعوتی کام سے تعلق رکھنے والوں کے لئے مشکل راہ تھے، وہ "المدعوۃ" میں "تهدا هو الطريق" کے مستقل عنوان کے ماتحت ہمیشہ لکھتے تھے، ان مضامین میں بلا کی طاقت اور عجیب غریب اثر ہوتا تھا، اور وہ براہ راست قلب کو اپیل کرتے تھے،

سید قطب نے عربی شکر گوئی میں بھی کمال پیدا کیا، ان کے عربی قصائد اخبارات و رسائل کی زینت بنتے رہے، ان کے ایک دیوان کا نام "قافلة الوقیق" ہے۔

سید قطب مصر کے مشہور ادیب اور انشاء پرداز، جاس، محمود العقاد کے اسلوب سے متاثر تھے، ان کی تحریریں میں اکثر رنگ جھلکتا ہے، لیکن وہ اس کے باوجود ایک خاص اسلوب تحریر کے موجد تھے ان کے اسلوب میں قوت استدلال اور بہت ہی عقلی خاص طور سے نمایاں ہے۔ سید قطب ایک ادیب و نقاد کی حیثیت سے

گزشتہ سے پیوستہ قرآن مجید کا علم احساق

تقریباً دو سو پینچ سو گریجویٹوں کی تحریک ہے، قرآن مجید کی اصطلاح میں متقی وہی لوگ ہیں جو ان اعلیٰ اخلاقی کے حامل ہیں۔

فرمایا: لعین السارات تو لو وجوہکم قبل المشرق والمغرب، ولكن السیر من آحا بالله والیوم الآخر، والسنکة والکتاب والنسبیین، وآ فی السمال، ذوی القربی، والیتی والساکین، وابن السبیل، والسائلین، وفی السحاب، واقام الصلوة، آفی السجدة، والمحرفون بعدہم، اذا عاهدوا فی البیاساء، والصنوع حین الباس، والذلیل، حم المتقون (بقرہ ۷۷)

اسی طریق سے قرآن مجید نے ان لوگوں کو اللہ کا مقبول بندہ قرار دیا ہے جن کے اخلاق بہتر ہوتے ہیں اور اللہ فرمایا: وعباد الرحمن الذین کے بندے وہ ہیں یشکون علی جو زمین پر دے پاؤں الارض ہونا چلتے ہیں اور جب واذا خالمہم طرفہ کو دیکھ اصل الجاہلون بات کریں تو وہ سلام قالوا سلاما کہیں اور جو اپنے والذین پر دروغ کا گواہی دیتے ہیں ظالم اور جسوں میں محبت و قیامات رات گزارتے ہیں والذین اور جو کہتے ہیں کہ ليقولون لے ہمارے پروردگار بنا اصرعنا ہم سے جہنم کا غلاب عذاب جنسوں دور کر کہ اس غلاب ان عذابها کا بڑا تاراں ہے کا ان عواما اور جہنم برا ٹھکانا انہما ساعت اور مقام ہے۔ مستغفر مقاما اور جو سب پر کرتے والذین ہیں تو ز نعمون فرما اذا ائتقوا کریں اور نہ تنگی لیسرفوا کریں بلکہ دونوں کے ولعینفردا بیچے وہ سیدھے وکان بین ذالک ساتھ کھانا اور جو خدا کو اور اللہ نہیں پکارتے اور جو کلا بد عورت کا نام حق خوں نہیں مع اللہ انہما کرتے ہو خدا نے آحشر ولا سنے کیا ہے اور وہ لاری

نیقتلون النفس العتی حرم اللہ الا بالحق ولا یزخون و من لیفعل ذالک لیت اثمًا ما والذین لایشھدون الشاد و اذا مرو باللعو ما واكصرا ما والذین اذا ذکروا بآیت سبھم لوعینروا علیھا صما وعمیانا والذین یقولون سا بناھب لنامن اننا و احنا و ذریعتنا کاعین واجلنا للممتقین اماما (فرقان ۶۰)

کرتے ہیں کہ جو ایسا کرے گا گناہ سے بڑھوت و من یفعل ذالک لیت اثمًا ما والذین لایشھدون الشاد و اذا مرو باللعو ما واكصرا ما والذین اذا ذکروا بآیت سبھم لوعینروا علیھا صما وعمیانا والذین یقولون سا بناھب لنامن اننا و احنا و ذریعتنا کاعین واجلنا للممتقین اماما (فرقان ۶۰)

دوسری جگہ فرمایا: اولئک لیتقن اجرھم مرتین کو دہرا ثواب ملنا بسا صلوات ہے اس کے کہ انہوں نے سید رقتا نے صبر کیا وہ ہر ائی باللحسنة کو جہان سے دور کرتے السیئة و عما ہیں اور جو ہم نے دیا رہا قنھو ہے اس سے کچھ خدا یشفقون کا راہ میں حشرج و اذا اسعھا کرتے ہیں اور جب اللغو ارضوا کوئی بیوہ بات عنہ دقاوا سنتے ہیں تو اسے لنا اعلانا کنارہ کہتے ہیں اور دلکھوا لکم کہہ دیتے ہیں کہ سلام علیکم ہمارے لئے ہمارا عمل لا یتعسی ہمارے لئے ہمارا عمل الجاہلین تر سلامت رہو ہم (قصص) ہم لوگوں کو نہیں چاہتے ہیں۔

ان آیات سے واضح ہو گیا ہوگا کہ اخلاق کا مرتبہ قرآن مجید کی تعلیمات میں کتنا بلند ہے۔ اب آئیے ان آیات کی تشریح بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بیان فرمائی ہے جن کو ہم اور آپ اصطلاح میں حدیث کہتے ہیں، ان پر بھی ایک نظر ڈالی جائے تو بات ذرا اور کھل کر سامنے آ جائے گی۔

بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اکمل المؤمنین مسلانوں میں کامل ایما نا احسنھم ایمان اس کے جس کا خلقا۔ ترقی، اخلاق سے بچھا ہے خیار کرم سنکو تم میں سے سب بچھا احسنہ و شاد۔ وہ ہے جسے اخلاق (بمقام کاروبار) سب سے اچھے ہیں

جمال ناصر دین میں

تحریر: روکس مکرون ترجمہ: تلغین نور عظیمہ سیم ندوی

..... ڈیکوریشن
 روشن اور شاندار تقریب ہے جس کا مقابلہ نامی ہے۔ لیکن اللہ سے انتہائی مکروہ اور غلیظ ہے جسے پتہ تیر کی توبہ، نظر تو بہت خوبصورت، چمکدار اور دلکش۔ لیکن اندر..... مردوں کی زبان، متعنی لاش..... حفاظت کا ڈھیر.....!

یہ لفظ کے ایک عیسائی اہل علم "روکس مکرون" کے الفاظ ہیں۔ روکس مکرون کو عمدہ عرب جہود کے خلاف سازش کے جرم میں گرفتار کیا گیا اور کچھ دن تک مصر کے مشہور تاریخی مقام "بیت المقدس" کے قریب کی ایک بستی "لیمان طوق" میں قید رکھا گیا، اسی جگہ اخوان المسلمین کے کچھ رہنما اور اخوان سے متعلق نوجوان انقلابی سزائیں "برداشت کر رہے تھے، روکس مکرون نے رہا ہونے کے بعد جیل کے حالات کتابی صورت میں بیروت سے شائع کئے ہیں، دیار عرب سے آئیوں کے ایک گروہ نے ان کا زور دیا، اس کا ایک سب سے بھی مل گیا ہے، انہیں سے اخوان المسلمین سے متعلق جس کی تلخیوں پر پیش کی جا رہی ہے، شاید اسی سے بیسیوں مددگار فرعون کی اہل صوت سامنے آئے، جو عرب اتحاد کا داعی ہے اور عرب قوم کا سچا بڑا ہمدرد، ان کی موزوں فلاح کا حامی اور ان کا نجات دہندہ ہونے کا دعویٰ ہے۔ "ن، ع"

میں جب بھی ان کے پاس بیٹھتا ہوں مجھے محسوس ہوتا ہے جیسے کہ کسی قوم اپنی آرزویش پوری کر کے رہے گی، جو لوگ ان پر مظالم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں، حقیقت بہر حال ثابت ہوگی اور حق غالب ہوگا۔ لیکن بہت بڑی قیمت ادا کرنے کے بعد..... ذلت، رسوائی اور جبریتاں سزاؤں کے بعد اور یہ قیمت ادا کرنے کے لیے؟ مصر..... یقیناً مصر..... اور یوں عربی معاشرہ.....!!

آج ان نوجوانوں میں سے بعض شہید ہو چکے ہیں اور اپنے بلند و بزرگ مقاصد کا راستہ طے کر چکے ہیں اور اکثر کو ظالموں نے آبادی سے سیکڑوں میل دور جنگلوں، غاروں اور ریگستانی جیلوں میں "بجھیر" دیا ہے۔..... نچے آج بھی، مصائب و آلام کے ایلج پر ان کی روحیں متحرک نظر آ رہی ہیں، ان کا ایک ایک بات یاد آ رہی ہے، اور مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے وہ مجھے دنیا کے سامنے شہادت کی حق کی امانت سونپ رہی ہیں..... اور میں ایک نئے مسیحی کی حیثیت سے شہادت حق کا فریضہ اپنے اوپر واجب سمجھتا ہوں اور ایک مخلص عرب کی حیثیت سے ان لڑنے والوں کے اوقات سے اپنے عرب بھائیوں کو واقف کرنا بھی فرض سمجھتا ہوں، اور جاہ شہادت، نوش کرنا بھی مقدس سہیتوں اور زنجیروں میں گھسیٹے جانے والے صحابہ اور بھروسہ نوجوانوں کے دوست کی حیثیت سے۔

بہی اس بار امانت سے سبک دوش ہونا اہم فریضہ سمجھتا ہوں، اور اللہ صرف اس جسم پر ہرگز وہ اپنے ملک کی ہلاکت آخرتوں کی نشاندہی کرتی رہیں گی۔

اور شہداء کی روحوں کو سکون و قرار عطا کرے۔ سلام ہو ان بگیناہ قیدیوں کی روحوں پر جو ہر طرح کے جرائم سے بالکل بری اور پاک و صاف ہیں۔ ہاں صرف ایک جرم ہے ان کا اس کے وہ اپنے عقیدہ پر مضبوطی سے قائم رہے، انہوں نے اپنے مثالی اقدام کی مدافعت کی اور اپنے جائز و ثابت حقوق کی خاطر قربانیاں دیں، جس کے صلہ میں ان کے لئے صحابیوں کی نسبت کی گئیں، جیلوں کے دردناک محسوس دیکھے گئے، اور ہر طرح کی سزاؤں اور عذابوں سے ان کا استقبال کیا گیا۔ اور اس سخت ترین آزمائش میں بھی وہ مبارک مومن اور باعزیمت ہی ثابت ہوئے۔ اور وطن کے سامنے سخت ترین عذاب ان کے لئے حقیقت تھا، جسم و جان کی کوئی قیمت نہیں تھی۔ اور اس کے بعد وفاداری کا کوئی مقام رہ جاتا ہے۔؟

فضا آٹوں کی مکروہ آواز سے گونج گئی، ہر سنجی اور ہستی کے آٹوں اور ظالموں نے انسانی عزت و تکریم کو اپنے گناہوں سے آلودہ کرنا شروع کر دیا۔ قیدیوں کے سینوں پر گولیاں برس گئیں اور سینوں سے گھارت و قندس کا پور پور توارہ ابل پڑا۔ اور موت کے وقت بھی ان کی زبانوں پر صرف ایک صدیقی "اللہ اکبر اللہ اکبر" یہ ایمان کی انتہا نہیں تو پھر ادا کیا ہے۔؟

میرے لگا ہوں انھیں، میں نے دیکھا ہے سب تسک ہو چکے ہیں، زمین پر پڑے ہوئے ہیں، ان کے جسموں سے حرارت ایمانی سے گرم، خون رس رہا ہے، مالانگاہی چند لمحے پہلے وہ قوت و حیات سے بھر پور تھے، لیکن میں کہتا ہوں اور پورے اعتماد و یقین سے کہتا ہوں وہ مرے نہیں تھے، ان کے نورانی چہروں پر اب بھی وہ غارتھا، ہمت، سستی، جلال تھا، شہادت کا نور تھا، اور یہی نور و دلدادہ ہمت کا احسنی مقام ہے۔!!

عالم اسلام

نچا ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے یہ عظیم اور مقدس روحیں مجھ سے گفتگو کر رہی ہیں اور ان سے روشنی کی ٹھنڈی اور لطیف کرنیں پھوٹ رہی ہیں اور جیل کے تیرہ دنوں کا رقصا میں اندھیرے کے سسٹھشاہ سے برسرِ پیکار ہیں، میں ان کی سرگوشیاں بھی سن رہا ہوں، جیسے دلور المیرہ جوتھی، ابراہیم عالم کا دردناک قصہ سنا رہا ہے، یہ پورے اور مجاہد روحیں مجھے آج بھی دلہی ہی لگ رہی ہیں جیسی اس وقت جبکہ وہ اپنے جسموں میں تھیں، زندگی کی قوتوں سے بھر پور ایمان اور آرزوؤں سے معمور۔ وہ ان کی عبادت کرتے تھے، وطن سے سچی محبت رکھتے تھے، ایمان کی روشنی میں ملک و وطن کی مدافعت کرتے تھے، ان کی ہر بات پر ان کے ہر کام پر اللہ کی بندگی کی چھاپ ہوتی تھی۔ ان میں کوئی مشفق باپ تھا، اپنے خاندان سے جدا کر دیا گیا اور پورا گھرانہ تباہ ہو گیا کوئی محبوب شوہر تھا، بیوی سے چھین لیا گیا اور اس کی زندگی گناہوں کی سبب بن گئی، کچھ ذہین وطنی نوجوان تھے وسیع افکار دار مستقبل ان کے لئے استقبال کی انتظار میں تھا، کوئی امانت دار اور فرض شناس آفیر تھا، کوئی مخلصی کال علم، یا بہتر تانوں یا کامیاب انجینئر یا کامیاب صحافی۔ لیکن سب کچھ برباد ہو گیا، کچھ کو "فرعون" کے نام پر قربان کر دیا گیا تو کچھ جیلوں میں بھر دیا گیا۔

یہ..... میں عالمی رائے عامہ اور انسانی ضمیر کے سامنے اس بیانیہ کی تفصیلی پیش کر رہا ہوں، ان جو ناسک اور تاریک دہوں کا قصہ جو میں نے "لیمان طوق" میں گزارا ہے، جن کی ایک ایک گھڑی بلکہ ایک ایک لمحہ میرے خون مرے اعصاب اور میری لگا ہوں کو جھنجھوڑتا رہا ہے۔ یہ ہرگز بھینچے کہ میں یہاں انشاء پر درازی اور زور قلم سے حقان کو نمایاں کر اور اجبار کر پیش کر رہا ہوں، ہرگز نہیں!

کیونکہ اس کی ضرورت ہی نہیں۔ حقیقت حال خود ہی کافی ہے بلکہ آئی بیٹینگ اور بھانک ہے، اس کا تصور بھی ممکن نہیں، ذنایح میں اس کی کوئی مثال ہے۔

اس قربان گاہ کی کہانی بہت ہی بیانیہ ہے بلکہ شاید یہ بیسیوں صدیوں کی سب سے بیانیہ اور ہنگامہ کھانی ہے اس کے آثار چند دن قبل جمعہ ہی سے ظاہر ہونے شروع ہو گئے تھے، جو پورے تھاکہ بریک کی صحیح میں اخوان المسلمین کے عالم شیخ حسن ایوب نماز میں آتیوں کے سامنے وعظ و ارشاد کیلئے کھڑے ہوئے تھے اور وہ اپنی تقریر ختم بھی نہ کر سکے تھے، چاکہ تمام نمازیوں پر کوٹھے پر بیٹھے گئے۔ سب سے زیادہ کوڑے شیخ حسن ایوب کے حصہ میں آئے۔ لیکن یہ سب کیوں ہوا.....؟ کسی کو معلوم نہیں۔!

پھر عقوبتوں ہی وقفہ کے بعد معاملہ واضح ہو گیا۔ لیمان ہی کے قید خانے میں عبد الوہاب شحرانی نامی ایک یار سورج قیدی تھا، قتل اور دوسرے خطرناک جرائم میں خود تھا اور قید با مشقت کی سزا دی گئی تھی اور لیمان کے سرکاری دا عظم شیخ صادق شعلان نے قید خانے کا کھانا بھی تھا، اور اخوان سے بہت جلد تھا اور ان کو کبھی غدار کہتا تو کبھی خائن اور دشمنوں کے ایجنٹ ہونیکا الزام لگاتا، جہاننگ جھگڑا معلوم ہوا کہ لیمان کے نعلی طبقہ کا فر تھا، بے اصول، بے ضمیر، ہر نئے زمانہ یا نئی حالت کے استقبال کے لئے تیار، اسکا شیخ صادق کے کان بھرے اور اخوانوں سے حسد اور کینہ کی دہ سے ان پر بے بنیاد الزامات لگائے کہ حسن ایوب اپنی

تقریروں میں انقلاب اور انقلابی حکومت پر طنز و تخریب اور تنقید کرتے ہیں اور نہ جانے کیا کیا..... اور شیخ صادق شعلان نے یہ ساری باتیں جیل کے حکام تک پہنچا دیں اور انہوں نے بغیر سوچے سمجھے اور بغیر تحقیق کئے ہوئے اپنے سپاہیوں کو بھیجا اور وہ پہنچتے ہی شیخ حسن ایوب اور بیسیوں نمازیوں پر ٹوٹ پڑے، ان کو کوڑوں کی زد پر رکھ لیا اور اس کے بعد ان تمام کو سزا کے مخصوص کمرہ میں پہنچا دیا گیا، وہاں خدا جانے جانتا ہے کہ ان کے گناہوں پر کیا کچھ ہوتی ہوگی۔

اس غیر ذمہ دار اور واقفیت تمام قیدی پریشان ہو گئے، کسی نے کہا اب نماز گئی، کسی نے کہا یہاں کفر کی سیادت قائم ہو گئی وغیرہ۔ اور اسی وقت سے اخوانوں کے ساتھ جیل کے ذمہ داروں کا رویہ بدست بدتر ہونا شروع ہوا،

دوسری کارروائی یہ ہوئی کہ لیمان کے سر جن محمد خواد اللہ نے تمام اخوانوں کو اسپتال سے خارج کر کے بارکوں میں بیٹھے کا حکم دیدیا حالانکہ انصاف اور انسانی ضمیر کا تقاضا تھا کہ وہ ابھی زیر علاج ہی تھے کیونکہ ان میں سے کئی مصلحت مند اور خطرناک امراض کے شکار تھے جو حکام قاہرہ کی پہنچائی ہوئی قہرناک سزاؤں کی وجہ سے پیدا ہوئے تھے لیکن لیمان کے طبیب اول کو حکام بالا کی اطاعت ہی میں مصلحت نظر آئی اور اپنے کونٹوں سے بلڈز رکھ سکے، صبح کو اسپتال کے تمام خوراک بیڑک میں بیٹھ گئے، وہ سب کے سب لیمان آنے سے پہلے باہر پھرتے اور دوسری عمر تنگ سزاؤں کی تکلیف سے کراہ رہے تھے۔ دوسرے قریب ایک سپاہی

کی آواز آئی، اس کے ہاتھ میں خصوصی ملاقات میں طلب کئے جانے والوں کی فہرست تھی، اس میں مشہور عالم الکیر میں "زوزو" کے شوہر کمال عبد الوہاب کا نام تھا، اس کو قید با مشقت کی سزا دی گئی تھی، اسی میں ڈاکٹر مصطفیٰ احمدی کا نام بھی تھا، یہ جماعت اخوان سے تعلق رکھتے تھے اسی طرح اور بھی کچھ لوگوں کے نام تھے، سب عبد اللہ ابراہیم جیل کے کمرہ میں پہنچا دیئے گئے۔ "زوزو" نے اپنے شوہر سے ملاقات کی اور اسکو جیلوں اور مٹھاؤں کے کئی پیکٹ دئے، سپر ڈاکٹر احمدی کی ماں آگے بڑھیں اور ایک جتنا ہوا مرغ دینے کی اجازت طلب کی، لیکن انہیں اجازت نہیں ملی اور جب مشفق ماں نے امر کیا تو صاحب بہادر نے تھیں چھین کر دور بھینک دیا، اور ماں کو دھکا دے کر باہر نکال دیا۔ ڈاکٹر احمدی اس فسادت کو برداشت نہ کر سکے، عقہ جبرک اٹھا اور جیل کو بہت کچھ سخت و سست کہا، پھر تو جیل ان پر ٹوٹ پڑا اور جب تھک گیا تو سزا کے مخصوص کمرہ میں بھیجا گیا.....

اور "بہادر" جیل نے "محرک سینا" کے اس عظیم کارنامہ کی اطلاع اعلیٰ حکام کو بھی دی، اس میں مزید اضافہ بھی کیا کہ اخوانوں کی نیت بھیر نہیں مجھ کو ان سے خطر ہے..... چنانچہ جیل کے تمام سپاہی فوراً جمع کئے گئے اور ان کو نئے احکام دیئے گئے۔

- 1۔ اخوانوں کو نماز با حاکم کی اجازت نہ دی جائے۔
- 2۔ روز روز صبح و شام تمام اخوانوں کو بیڑک سے باہر نکال کر ان کو شام کرنا جاہے اور ان کی تلاش لی جائے۔
- 3۔ کل صبح سے تمام اخوانوں کو بغیر کسی استثناء کے پتھر پونٹے کیلئے پہاڑ پر بھیجا جائے، مریضوں کو بھی لٹکا ہوگا۔ حالات بہت خراب ہو چکے تھے۔ اخوانوں نے شدید قلمی و اضطراب کے

نقش

ثاقب صاحب کاپوری

کہاں سے لاؤں میں فکر و سچ و لامرد و بلائے جاں ہیں یہی کثرتیں عقیت کی مرے ہی شوقِ فرداں نے گم کیا مجھ کو لطافتِ غمِ دوراں کا ہوگا کیا احساس اٹھائے گا نہ پردہ حقیقتوں کا کبھی ہے ذرے ذرے سے پیدا تجلیوں کا فروغ میں جانتا ہوں وہی زندگی کا حاصل ہیں بسی ہوئی ہے محبت کی ان میں اک دنیا

اسیرِ دامِ تعین ہے کائنات و وجود حد نیاز ہی بنی ہے کعبہ مقصود ہر ایک گام پستی ورنہ منزل مقصود ہزار ہا ہیں زمانے میں جب کہ دامِ قیود جو ہو گیا ہے اسیرِ طلمِ رنگِ شہود مگر ہے حسنِ خور آرا کو پھر بھی ذوقِ نمود ہو میں جو راہ محبت میں کوششیں بے سود نہ ٹسکیں گے زمانے سے نقش ہائے وجود

کچھ اور بڑھتیں مت کی تلخیاں ثاقب اگر زمانے میں ہوتا نہ رنج و غم کا وجود

سید قطب	جہاں والوں میں ہو جائے نگاہِ خیر پیدا	الہی اب تو ہر دل میں مرے سوزِ جگر پیدا
اور	قیامت کا بہر سو ہو گیا جیسے اثر پیدا	سکوتِ لاد و گل کو کسی نے توڑ ڈالا ہے
ان کے ساتھیوں	ہوا تھا کتنی مشکل سے چمن میں یزید و پید	خدا عارت کسے اک پھول تھا سوراخ کر ڈالا
کی	جبین چرخ پر ہو جا آہوں کا اثر پیدا	عجب کیا ہے اگر رک جائے نبضِ گردشِ عالم
سزائے موت	انہیں آہوں ہوگی ایک فصلِ معتبر پیدا	بدل جا گا یغونی سماں رنگیں بہاروں سے
سے	انہیں ذروں ہوں گے ایک دن شمسِ مقرر پیدا	بخاک و خونِ غلیظہ نظر آئے ہیں جو اب تک
متاثر ہو کر	مرے ہر سانس سے ہوں اس طرح برقِ شرر پیدا	نشین انکے عشرت کا الہی خاک ہو جائے
اہم	کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا	اگر انہوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
دیکھو المشاکری بارہ بنکوی	مبارکت بادمی دادم بایں اخلص و جرات را	خدا رحمت کند این عاشقانِ پاکِ طنیت را

اسپین میں "گزشتہ ہفتے"

مسلمانوں کی علمی و ادبی خدمات

از انقشام بن حسن ایم، اے بی ائی، ایچ ایم، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

مسلمان صحراؤں اسپین کی نمائندگی میں دست و پا رہا اگر اسی طرح سادہ چلنا اور مسلمانوں کا سادہ ایک فرنگس کے ہاتھ میں چلا جائے گا وہ قاضی عبد اللہ بن محمد بن ادیم کے پاس گئے اور انہوں نے اس بحرانی کیفیت اور موجودہ خطرناک صورت حال کا اظہار کیا جس میں اس وقت مسلمان عمرے ہوئے تھے، بالآخر اس خطرناک حالت اور تباہی سے مسلمانوں کو بچانے کیلئے انہوں نے طریقہ کار سوچنا شروع کیا، ہر ایک غور و فکر کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچا کہ ہر مہاجر کے حکمراں بادشاہ ابو یوسف یوسف بن تاشیفین سے مدد کیلئے رجوع کریں، قاضی مختار کے پاس رکے رہے تاکہ وہ ان سے معلوم کر سکیں کہ تاشیفین نے کیا جواب دیا ہے، معتقد نے اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے قاضی سے خود درخواست کی کہ وہ خود جا کر یوسف بن تاشیفین سے بات کریں چنانچہ سبت کے مقام پر انہوں نے یوسف بن تاشیفین سے ملاقات کی، یوسف بن تاشیفین نے گفت و شنید کے بعد اپنی اس عظیم فوج جس کو وہ مراکش کے ایک شہر میں ٹھہرایا تھا، اسپین کی سرحدوں میں داخل ہونیکا حکم دیدیا اور خود دستن ہزار سپاہ کے ساتھ چل دیا، معتقد جو اپنی فوجوں کے ہمراہ تھا وہ بھی تاشیفین سے ملے ہوئے گیا، گویا ہر طرف مسلمانوں نے متحدہ عیاشی حملہ کا مقابلہ کر نیکیے، فیصلہ کیا، انفانسو جو اس وقت طلیطل میں مقیم تھا اور اس کے ہمراہ چالیس ہزار سوار اور اس کے علاوہ مختلف لشکر بھی تھے اس نے ایک اشتعال انگیز خط یوسف بن تاشیفین کو لکھا، یوسف

بن تاشیفین نے اسی خط کی نیت پر یہ الفاظ لکھ کر اسپین کو دیا کہ اب جو کچھ سامنے آئے گا وہ خود تم کو دیکھ لو گے، انفانسو نے جواب لکھ کر پوری طرح سمجھ گیا کہ تاشیفین اپنے ارادہ میں بہت مضبوط ہے (بدا جاز) کے قریب مقام تر قفا پر دونوں کی فوجیں ۲۳ اکتوبر ۱۰۸۶ء کو میدان کارزار میں نبرد آزما ہوئیں، مسلمانوں کو شاندار کامیابی نصیب ہوئی اور انفانسو اور اس کے ساتھی اپنی شکست خوردہ فوج کو اسپین لیکے، یہ سال اسپین کی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز کرتا ہے، اس نے اس کو سال زلزلہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

المعتد کو اب یہ احساس ہوا کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے اپنی قبر کو دھکا دے چکا ہے، اس نے چند سال پہلے کے وہ الفاظ یاد کیے جن کی رو سے وہ مر جائے گا:

CALMORAEIDE سے نوبی مدو حاصل کرنے میں قاصر رہا تھا، یوسف بن تاشیفین بھی اس وقت اس کی مدد پر مگر نہ کرنا، اگر اس کو حسن دولت اور اسپین میں پھیلے ہوئے تمام خزانہ اور وسائل مطلوب نہ ہوتے اور اس مقابلہ میں اگر اس کا ملک افریقہ ایک غیر ترقی یافتہ اور غیر متدن نہ ہوتا، کئی سال بعد تاشیفین پھر اسپین واپس لوٹا اور بالآخر اس نے عزائم پر قبضہ کر لیا، اس کے بعد وہ چاہتا تھا کہ معتد سے جنگ کرے اس کی بربر فوجیں اسپین پر قابض تھیں، معتد نے گرج بہت بہادری کا اظہار کیا لیکن وہ اپنے دارالسلطنت کو بچانے میں ناکام رہا، ہمیشہ پسند عیاشی

بن مشزادہ کو بادشاہت کے وقت سے عزول کر کے مراکش کے شہر غناط میں قید کر دیا گیا، جہاں اس نے ۱۰۹۵ء میں وفات پائی، قید میں وہ اپنی بزرگوار اور بہت سی خاندان، عزت و ناموس کی پالیسی اور دوستوں کی بے وفائی اور خود اپنی نالائقی پر شعر لکھتا رہا ہے

بکیت الی سرب الفاظ از مشزادی سوار سحر لا سجن یعوقی و کاسبل و یحربک، واللہ المجد بحسادة ولكن حنیئا ان ذکلی لھا اشکل آکاسام فلا شیل مدح ولا محضا و جیب و کاعینانہ یکفھا شکیل و اذاک مما یجوز ینہ و انسا و صفت الندی فی جبلۃ الخلق من قبل ہنیئا لھان لمر یفرت جیصھا و لا ذاق منها البعد عن اھلہ لھل وان بت مثلی تطیرت لوبھا اذ اھلنا بیا بسجی اور صلصل نقل لنفسی الی لقیما الحسام قشوت سوا ی جیب العیشی فی سا ذکبل الاعمم اللہ القظا فی منراخھا ذات ذلخی خانفا الما و النظا یر ہویا مدھا کے ایک مورخ نے لکھا ہے۔

"ہر شخص معتد سے محبت کرتا تھا، ہر شخص اس سے ہمدردی رکھتا تھا اور ہر شخص اس پر انوس کرتا ہے، لیکن آج وہ خود غمزدہ تھا، اور علامہ ڈوزی کا یہ کہنا یقیناً صحیح ہوگا۔

کہ ایک اسپینی نثر اور بادشاہ جس نے

دولت عزت و الشوری، فوقیت، اور تہذیب و تمدن سے ایک پست اور غیر متدن بربر قوم کو الال کر دیا ہے۔

۱۔ مرنے سے قبل اس نے مندرجہ ذیل اشعار لکھے اور ان کو اپنی قبر پر لکھنے کی وصیت کی،

تسوال القیب، سقاک الراضی العادی حقا ظفرت بأشلاء ابن عباد! باطاعن انصارہ اوائی اذ اختلفوا بالخصبات اجدوا، بالری للصادی نضو، ہولحن و افانی بھتہ قدس من السلام، دو افانی لمیعا دی و لہا کن، قبل ذالغ النفس اعلمتہ ارق العیال تقادی خونی اھواد فلا تزک صلاۃ اللہ داسمۃ علی ذ فینک، لا تخمنی تبعداد یہ عہد بھی اپنی تمام سیاسی کشمکش اور ملکی خلفائے راہ و طوائف الملکوں کے باوجود علمی و ادبی سرگرمیوں میں نمایاں رہا، شاعر و ادب کا ذوق اس زمانہ میں بہت عام تھا، دربار میں شہداء کی قدر و منزلت اور عوام میں مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ اشجلیہ کا بادشاہ المعتد صرف اس بات پر فخر کرتا رہا کہ ابن زیدون جیسا شاعر اس کے دربار سے وابستہ رہے، والی قرطبہ وزیر ابن عمار جو خود بہت ہی ممتاز اور مقبول شاعر تھا، ابن زیدون کی رفاقت پر فخر کرتا ہے، ابن زیدون کی سحر کاری اور جادو بیانی نے اپنے عہد کے شہداء میں طغریٰ امتیاز حاصل کیا، مغربی مستشرقین ابن زیدون کی شاعر کی کو بید سراہتے ہیں اور اس کو TIBULLUS اور PATRACM جیسی نثری شاعروں کے ساتھ شمار کرتے ہیں، ابن زیدون کے زمانہ میں ابوالمکرمن جموز کا وزیر بنا اس کے علاوہ اس کی عشقہ زندگی میں بھی درجہ دار تھے رہے۔

ادب و شہدے صوفیانہ شاعری میں روشن مینا

یعنی
سنائی، عطار، اور رومی

(از محمد منصور نعمانی ندوی)

رومی کا ایک شعر ہے! ماز پے سنائی و عطار آمدیم او عطار روح بود و سنائی دو چشم او

رومی نے اس شعر میں اپنے قبل کے صوفی اور بزرگ ترین شاعر، سنائی اور عطار کا غلط و رفت کا اعتراف کیا ہے۔ اور انہیں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ اگر استعارات و مجازات، کنائے و تشبیہات کو الگ کر دیا جائے تو یہ سادہ الفاظ میں مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے بھی وہی ڈگری و وہی شاہراہ اختیار کی ہے جس پر سنائی و عطار گامزن رہ چکے تھے۔ یعنی ہم سے پہلے سرگرد و صوفیاء و اہل طریقت کے سالار تخلص سنائی و عطار تھے۔ ان کا زمانہ اب ختم ہو چکا اب ہمارا دور ہے اور ہم میر کارواں ہیں۔ رومی کا اپنے پیش روؤں کو خراج عقیدت پیش کرنا کچھ ایسا ہی ہے جیسے کہ غالب نے اپنے پیش رو تہذیب کا اور اقبال نے اپنے پیش رو غالب کو پیش کیا ہے۔ سنائی و عطار کے ساتھ رومی کو جید و رنگی اور حقیقت تھی جب ہی تو جگہ جگہ اپنے تاثرات کو پیش کرنے سے دریغ نہ کیا۔ جوش جذبات میں بعض اوقات ان کا اپنے اوپر فوقیت دے جاتے ہیں، یہ انکساری اور عاجزی کی آخری حد اور سادگی و پرکاری کا نتیجہ ہے۔ مثلاً دیکھئے۔

اگر عطار طریقت پر سنائی شاہ فانی بود
نہ انجمن نہ ہم منا کلمہ کرم سرو پارا
ایک دوسرے کو حق پر سنائی کی تعریف
دو صیغہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو کمال

انکساری سے، نیم خام، اور انہیں، حکیم خیب کے بلند وبال اقب سے نولتے ہیں۔

خواجہ فرید الدین عطار کے بارے میں ان کی عقیدت اور بڑھ چڑھ کر لکھی، عشق حقیقی میں ان کے مقام کا تعین کرتے وقت خود سے قابل و موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

عطار نے راہ سلوک کی ساتوں منزلوں کو سہرا کر لیا اور ہم ہیں کوا بھی تک شہر عشق کے ایک ہی کوچہ میں سرگرداں ہیں۔

سہفت شہر عشق را عطار گشت
ما ہنوز اندر غم یک کوچہ ایم
عطار کے شاعرانہ مقام کو یوں سراہتے ہیں، دیکھئے کس انداز سے حسرت اراج پیش کرتے ہیں:

من آن طائی رومی ام کا زلفم شکر نیرد
ولیکن در سخن غلام شیخ عطارم
مستفہدین کے فضل و کمال کو انہی فرادہ فی سے قبول کرنا بلکہ بغیر اس و آں کے اس کو قبول کرنا بہت ہی مصوبت نہ کام ہے، یہ کام رومی ہی کے بس کا تھا یا انہیں کا حصہ تھا، اس اعتراف حقیقت سے آپ کی خلعت و رفت میں سرگم فرق نہ آیا کیونکہ آپ کی شاعرانہ عظمت تو ایک مسلم حقیقت تھی، سنائی و عطار کیا آپ کو فارسی شاعری کا سب سے

بڑا شاعر تسلیم کیا گیا ہے۔ انکساری اور پروفیسر باؤن جیسے مستشرقین بھی آپ کی شاعرانہ عظمتوں کے آگے سجدہ ریز ہیں۔ رومی کا ان دونوں کو اپنے اوپر فوقیت دینا فطری اور ذاتی انکساری کا اثر تھا۔ ورنہ سنائی کا ایک الگ مقام ہے، عطار کا میدان دوسرا اور رومی ان دونوں کا سینا امتزاج ہے۔ سنائی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے فارسی شاعری میں سے پہلے صوفیانہ خیالات کو جگہ دی اور اسکو اپنے فکر کے ابلاغ کا ذریعہ بنا یا عطار اور رومی اس لحاظ سے ان کے متقدمین کی صفت میں آتے ہیں، سنائی کی سادگی شاعری عارفانہ رنگ میں رچی ہوئی ہے ان کے کلام میں جگہ جگہ تکرار، نفسی تصنیف باطن اور ترک ظہور پرستی، کی تلقین ہے اور اسی پر اپنا سادہ اور صرف کیا ہے، وہ صفائی قلب کسب حکمت اور ترک مرموں کے داعی تھے، انہوں نے جو مشقیات کہیں وہ سب قرآن کی آیت کی تفسیر اور احادیث کی تشریح اور عقلی استدلال سے بھر پور ہیں اطلاق شاعری کی بنا سنائی نے رکھی، اگرچہ آگے چلکے سے نمود ترقی کا موافق ملا، لیکن اس کا ڈھانچا انہیں نے ترتیب دیا اور رنگ و روغن بھی بخشا۔

فارسی شاعری میں تشبیل نگاری اور داستان طرازی کی ابتدا بھی آپ ہی کے ہاتھوں ہوئی جس کو آپ کے بعد عطار اور ان کے بعد رومی نے اپنا یا۔ سنائی کے بعد عطار میدان عمل میں آتے ہیں اور سنائی کے فطری طور پر رنگ آمیزی و نقش آرائی کا کام حسین و خوبی انجام دیتے ہیں۔ اگر سنائی و عطار کا موازنہ کیا جائے تو اتنا کافی ہوگا کہ سنائی نقش اول ہیں اور عطار نقش ثانی عطار، سنائی اور رومی کے درمیان کا اہم فرق ہی ہے، عطار کی شاعری بھی صرف و سلوک سے مملو اور عارفانہ

کی دولت سے بھر پور ہے، انہوں نے بھی ان موضوعات کو سنائی کی طرح آیات اور احادیث کے آئے بانے سے بنا ہے عطار کو فوقیت اسوجہ سے ہے کہ انہوں نے سنائی کے عکس تصوف کے پرہیزگار عقیدوں کی گہرائی برائی سادگی اور بے تکلفی روائی جادو بیانی سے کی ہے اور طرز ادا آسان دلکش کہ نظم کی زبان استعمال کی، جبکہ نثر میں بھی اس سے زیادہ آسان اور صفائی سے ادا کرنا مشکل تھا، عطار نے تشبیل نگاری اور مضامین میں سنائی کا تتبع اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ صوفیانہ شاعری میں جرات رندانہ پیدا کر سکی سی بلینگی، جوش و حسرت و باطن، سرستی، سرخوشی، عویت و استغراق جذب و شوق عطار سے قبل ناپید تھے، عطار کی شاعری ان کیفیتوں، لطافتوں، نزہتوں، نکبتوں، رعایوں، سے پر ہے، جہاں سنائی زاہر خشک تھے وہاں عطار زندہ پاکباز، سنائی کے یہاں شریعت پہلے تھی اور طریقت بعد میں لیکن عطار کے یہاں طریقت اور شریعت یکساں رچی بسی ہیں، سنائی زہد و تقویٰ کے حدود سے باہر نکلے اس کے برعکس عطار نے ان حد بندیوں کو چھلانگ کر منزل عشق میں قدم رکھا۔ (زندہ پاکباز جو استعمال کیا ہے وہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کہ اردو شاعری میں ریاض خیر آبادی حقیقتاً زندہ پاکباز تھے، اور ان کا نام بڑے فخر و مباہات سے پیش کیا جاتا ہے) سنائی نے صوفیانہ شاعری کی جوشمل روشنی کی تھی بلکہ جو روحیہ دیکھا تھا اس کے بعد وہ عطار کے ہاتھ لگی، عطار کے بعد رومی نے اس تخیل و رشد و ہدایت کو تھا، اور اسکو بلند سے بلند تر رکھنے کی کوشش کی اور انہیں نہ وصال پر وہ گل بوٹے کھلائے جس کی نظیر اس سے قبل کی شاعری میں نہیں ملتی، سنائی، عطار اور رومی فارسی شاعری کے تین عظیم دور ہیں

شہید ایمان سید قطب

الطہر غوری سلطان پوری

یہ درجہ شہر کے ایک طالب علم کی نظم ہے جو انہوں نے، حیدر اہل اصلاح کے جلسہ میں پڑھی، لیکن یہ درحقیقت عرفان کا یا جذبہ طلبہ کے دل کی آواز نہیں بلکہ ہندوستان کے مسلمانوں کی ترجمانی اور ان کے دل کی آواز ہے۔ (ادارہ)

مجاہد جلیل سید قطب کی شہادت

وہ ایک مجاہد مقتدوں کیلئے جو سید پر ہوتا تھا
موتہ گلشن میں جسکا شامل ہوتے خون جگر ہوتا تھا
وہ حق کا پتلا بنام اسلام آج قربان ہو گیا ہے
عادل بات کہہ رہے ہیں شہید ایمان ہو گیا ہے

ایک آواز

حق کی آواز ہر سمت نہاں ہے یارو
حق پرستوں کیلئے دار و رسن قائم ہیں
پابجولاں ہیں حسد لیفاں نظام باطل
آشیا نہ پہ وہی برقی تیاں ہے یارو
کار لیبوں کے لئے سارا چہن قربان ہے
ادب شریفوں کیلئے تیرو سناں ہے یارو
مٹ گئے نام بہاراں پہ جوان کی خاطر
دائے بر حال چہن دور خستناں ہے یارو
آج سینہ میں جو اک ہوک سی یا ٹھکتا ہے
کس طرح بات کہیں قید زباں ہے یارو

جمال عبدالناصر

نام نمرود کو میرا ہے ابد بیت بخشی
میرے فرعون کے اقدار کو عظمت بخشی
میں نے اس ملک کے ذروں کو بنایا تارا
میں نے اس ملک کے ہرزہ کو عظمت بخشی
ساری دنیا میں جو نام تو میرے دم سے
میں نے اس ملک کو اک ایسی قیادت بخشی
میرے اس دور میں اور دل میں خیال اسلام
ان یہ کس شخص نے دل کو یہ اجازت بخشی
میرے احکام سے اسلامی نظام اچھا ہے
ان زبانون کو جھلاکس نے یہ جرات بخشی
سن لو اے اہل وطن سر کو اڑا ڈالوں گا
جس نے یوں اپنے خیالات کو عبت بخشی

دربار ابلتیس

ہے شب عیش ہر اک شمع فزراں کر دو!
زندگی زمزمہ ساز ہوئی آج کے دن
آج اسلام کے چہرہ پہ غبار آئی گیا
سز زار پر رکھتا ہے طلائع حباؤ
خون دل سے جسے سپینا ہے جسے پالا ہے
حق کی خاطر جو بہت سینہ سپر رہتا تھا
وہی مضبوط چٹاں ٹوٹ گئی ختم ہوئی

جس کی شب ہے ہر اک سمت چراغان کر دو
اپنی اسکیم اثر انداز ہوئی آج کے دن
مژدہ باد سہنسو! دور بہار آئی گیا
چاہتا ہے جو کہ سب پہ خدائی جاؤ
آج وہ اپنے گلستاں کا گل لالہ ہے
چھلنی تیروں سے مرے جس کا جگر بتا تھا
کرمات کی کماں ٹوٹ گئی ختم ہوئی

صدائے شہید

گردش جام نہیں باوہ گفلام نہیں
پر سردار ورسن ایک تمبہ لب پر
تلمنی ما صفتی مرحوم کا شکوہ کیسا
میری قربانی سے کچھ فرق نہیں پڑ سکتا
میں دہلی جاؤں شہادت سے کہاں تک
آج اخلاص کی سینوں میں ابھی رکھتے ہیں
یہ سیاست یہ قیادت یہ حکومت یہ عیش
روز اول سے ہی ہوتا چمپلا آیا ہے
ہم جو اک سانس میں تو قابل تفریح ہیں
بیچ دیں ہم بھی صداقت کا بھر مٹا لکن
ہم نے اسلام کو چاہا تو سزا ابر سزا

یعنی سینے میں کوئی آرزو کے خام نہیں
قابل رنگ نہ ہو جو یہ وہ انجام نہیں
حق و اخلاص کا مٹ جائے گا پیغام نہیں
سورج لٹا کہ یہ آواز خوش انجام نہیں
دل میں ٹپل نہیں جذبات میں کبڑ نہیں
پیرے ہو جھلا دور خون آشام نہیں
جس میں دل اپنا پھینکے یہ وہ دماغ نہیں
حق پرستوں کیلئے کوئی نیا کام نہیں
قتل کر دو بھی تو تم ناراض از اسلام نہیں
ہم بھی کر ڈالیں خیالات کو نیلام نہیں
قوم کو تم نے ڈوبا تو کچھ الزام نہیں

کچھ دلوں اور..... تمہارا ہی سزا دہ رہی
اک ذرا صبر کی باں روز جزا دو نہیں

"آسمان پر شہید کا استقبال"

گلوں میں آج ہے کیر لطافت مر جا آؤ
میںاں ہرگز نہیں ہوتی ہے ظلمت مر جا آؤ
تہائے واسطے جو رہیں نظر کب بچا ہے
تمہاری منتظر کب ہے جنت مر جا آؤ
میںاں شاہان دنیا کی حقیقت ہے علامتوں کی
میںاں ہے ب فاعل کی جلالت مر جا آؤ
فرتے صف بھفت یوں باوہ اسپین کہیں
کوجنت ہی ہے انجام شہادت مر جا آؤ
سلامت آؤ مقلو امین حیث شہر جنت اللہ
میںاں دیکھو خدا کی پوری قدرت مر جا آؤ
خدا کی رتمیں ہر سو بہ صورت برستی ہیں
یہی ہوتا ہے انجام عزیمت مر جا آؤ

اسلامیوں کا نثر

کہاں تک چلتے ہیں فرسودہ عنوان ہم بھی دیکھیں گے
کہاں تک کرتا ہے باطل چراغان ہم بھی دیکھیں گے
ہمارے خون کے ہر قطرہ میں اک طوفان پنہاں ہے
وبایا جائے جگ کب تک یہ طوفان ہم بھی دیکھیں گے
چڑھایا جائے گا اور ورسن پر کتنے لوگوں کو۔
بھرے جٹا ہیں گے کتنے زنداں ہم بھی دیکھیں گے

جو تم سے بن پڑے کر ڈالو ہم جیلنگ کرتے ہیں
چلا جائے عبت خون شہیدان ہم بھی دیکھیں گے

